

مولانا مفتی عبدالغنی صاحب (بنوں)

سلسلہ پچاس سالہ تقریبات آزادی پاکستان

سلسلہ نمبر ۴

جنگ آزادی میں علماء حق کا کردار

(آخری قسط)

مسلمانوں کیساتھ دشمنی کیوجہ سے انگریز بد بخت ان کی خواہش کے مطابق موت بھی پسند نہیں کرتے تھے۔

تحریک کے کئی عظیم رہنماؤں پر مقدمے چلے۔ انگریز بد بخت کی دشمنی کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کو ان کی خواہش کے مطابق موت بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کا ایک قصہ یہ ہے کہ مولانا محمد یحییٰ علی عظیم آبادی مولانا حمد اللہ عظیم آبادی، مولانا محمد جعفر تھانی، مولانا عبدالرحیم صادق پوری کو پھانسی کی سزا دی گئی۔ پھر ان کو جزائر انڈمان میں عمر قید کی سزا میں تبدیل کر دیا گیا۔ ماہ مئی ۱۸۶۴ء کا دوسرا دن تھا، انگریز جج ایڈورڈس انبالہ عدالت کی کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے پہلو میں اس کی مدد و اعانت کیلئے چار افسیر تھے۔ جو شہر کے سربر آوردہ ذمہ دار طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ اہم گیس میں ان کو رائے دیں۔ ان لوگوں کے سامنے گیارہ آدمی کھڑے ہوئے تھے ان پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے انگریزی حکومت کے خلاف سازش تیار کی اور سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کے خلفاء و انصار کی امداد روپے پیسے اور رضا کاروں کی صورت میں کرتے رہتے ہیں۔ جج نے مجاہدین سے کہا کہ تم نے اپنی ذہانت اور علم کو حکومت کا تحنہ اٹھنے کیلئے استعمال کیا ہے۔ مجاہدین کے مرکز پر مالی امداد اور رضا کار کا پہنچانے میں تم درمیانی کڑی تھے، لیکن اس جرم کے باوجود تم برابر اپنے موقف پر اڑے رہے۔ تم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ تم حکومت کے خیر خواہ اور وفادار ہو۔ اسلئے میں تمہارے بچے پھانسی کا فیصلہ کرتا ہوں۔ تمہاری ساری جائیداد اور املاک بھی بحق سرکار ضبط کی جاتی ہے۔ پھانسی کے بعد تمہاری نعش تمہارے ورثہ کے حوالے نہ کی جائیگی، بلکہ بد نصیبوں کے قبرستان میں پوری ذلت کیساتھ دفن کر دی جائیگی اور میں تمہیں پھانسی کے تحنہ پر لٹکتے ہوئے دیکھ کر بچہ خوش ہو گا۔ نوجوان محمد جعفر نے سکون اور وقار کیساتھ جج کا یہ فیصلہ سنا اور اسکے اندر کسی قسم کا کوئی تغیر و اضطراب ظاہر نہیں

ہوا۔ محمد جعفرؒ نے کہا: تمام انسانوں کی جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہی مارتا ہے اور وہی زندگی بکھتا ہے۔ تمہارے ہاتھ میں زندگی ہے نہ موت۔ ہم میں سے کون موت کا مزہ پہلے چکھے گا یہ کوئی بتا سکتا ہے؟ بیچ یہ سن کر غصے سے بے قابو ہو گیا لیکن اس نے اپنے ترکش سے وہ آخری تیر بھی چلا دیا جسکے بعد اس کے پاس کوئی تیر نہ تھا۔ سزا سننے کے بعد اس کا چہرہ فرط مسرت سے دکنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جنت اور اس کے حور و قصور انکے نظر کے سامنے ہوں۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا

لہ الحمد کہ آن چیز کہ خاطری خواست آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

لوگ یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ ہی تھے کہ ایک انگریز آفسر پاؤں آگے بڑھا اور محمد جعفرؒ سے قریب ہو کر کہا کہ میں نے آج تک ایسا منظر نہیں دیکھا تم کو پھانسی کا حکم سنایا گیا ہے اور تم ایسے خوش اور مطمئن ہو۔ محمد جعفرؒ نے جواب دیا۔ میں کیوں خوش نہ ہوں اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کر رہا ہے۔ تم بے چاروں کو اس کا مزہ کیا معلوم۔ بیچ نے دوسرے دو ملزموں کو بھی پھانسی کا فیصلہ سنایا، ان میں ایک سن رسیدہ شخص تھے جن کے چہرے سے صلاح و تقویٰ اور زہد و عبادت کے آثار ظاہر تھے۔ انہوں نے یہ حکم مسرت اور شکر کے ساتھ سنا۔ یہ صاحب مولانا کی علی صادق پوری تھے۔ جو امیر جماعت بھی تھے۔ دوسرے ایک نوجوان تھے جو امراء اور بڑے تاجروں کے طبقے سے معلوم ہو رہے تھے۔ اصلاً یہ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ ان کا نام حاجی محمد شفیع تھا۔ دوسرے آٹھ آدمیوں کو عمر قید کی سزا سنائی گئی۔ تماشائیوں اور اہل شہر نے بہت رنج و غم کیا تھا یہ فیصلہ سنا، آنکھیں اشکیار ہو گئیں۔ جیل کے رستے کے دونوں کنارے پر مرد و عورت جمع تھے اور ان مظلموں کو حسرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ جب وہ جیل پہنچے تو ان کے عام کپڑے اتار دیئے گئے اور مجرموں کی خاص پوشاک پہنا دی گئی، ہر عین میں سے ایک شخص کو ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں ڈال دیا گیا۔ مولانا کی علی صاحب سورۃ یوسفی پر عمل کرتے ہوئے پہرہ دار سے مخاطب ہو کر کہتے۔

(اے ارباب حنفیون خیر ام اللہ الواحد القہار) اس طرح مولانا کی علی صاحب نے بہت سے قیدیوں کے دلوں میں توحید اور ایمان کا بیج بو دیا، بہت سے قیدی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ جیل کے جلاذ ان کے سامنے پھانسی کا تختہ اور پھندا تیار کرتے تھے اور یہ لوگ نہایت اطمینان کیساتھ بلا کسی ادنیٰ خوف یا رنج کے اس نظارہ کو دیکھتے۔ مولانا کی علی ان قیدیوں میں سب سے زیادہ خوش نظر آتے تھے اور بڑے شوق و ذوق سے وہ اشعار پڑھتے تھے جو حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تختہ دار پر پڑھے تھے

ولست ابالی حين اقتل مسلماً علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی

وذلك فی ذات اللہ وان یشاء یمبارک علی اوصال مشلوممزع

وہ انگریز جج جس نے عینوں کو پھانسی کا حکم سنایا تھا، اچانک فیصلہ سنانے کے بعد مرگیا۔ انگریز آفیسر پارسن جس نے مولوی محمد جعفر کو گرفتار کیا تھا اور ایک روز ان کو آٹھ بجے صبح سے آٹھ بجے رات تک مارتا رہا تھا پاگل ہو گیا اور اس پاگل پن اور جنون کی حالت میں بہت بری طرح اس کی موت واقع ہوئی اور وہی ہوا جس سے مولوی محمد جعفر لیزی تھا۔ نیرسی نے پہلے ہی سے آگاہ کیا تھا۔ جیل میں بہت سے انگریز اور ان کی خواتین بھی آیا کرتی تھیں جو ان قیدیوں کا تماشا دیکھتیں تھیں اور ان کی پریشانی دیکھ کر خوش ہوتیں تھیں، لیکن انگریز ان قیدیوں کے سرور و نشاط کو دیکھ کر سخت حیرت میں پڑتے اور ان سے پوچھتے کہ تم موت کے دروازے پر ہو اور کچھ دن میں تم کو پھانسی ہونے والی ہے تم کو اس کا رنج نہیں ہوتا؟ وہ جواب دیتے تھے کہ یہ شہادت کی وجہ سے ہے جس کے برابر کوئی نعمت اور سعادت نہیں۔ یہ لوگ انگریزی حکام کے پاس جا کر یہ ماجرا بیان کرتے، اس سے ان کے اندر اور غصہ پیدا ہوتا۔ اب اگر وہ ان کو چھوڑ دیتے ہیں تو اپنے دشمنوں کو چھوڑتے ہیں جو حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے اور پھر یہی کام کریں گے اور اگر ان کو پھانسی دیتے ہیں تو اس طرح وہ ان کی منہ مانگی مراد دیتے نہیں اور ان کی خوشی و مسرت کا سامنا کرتے ہیں۔ وہ اس مسئلے پر برابر غور کرتے رہے، آخر کار انہوں نے ایک بیج کا طریقہ دریافت کیا۔ ایک دن انبالہ کا حکم آیا اور ان کو یہ حکم سنایا اے باغیو! چونکہ تم پھانسی کے خواہشمند ہو اور اس کو راہ خدا میں شہادت سمجھتے ہو اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم اپنی دلی مراد کو پہنچو اور خوشی سے ہمکنار ہو اس لئے ہم پھانسی کا حکم تبدیل کر کے تم کو جزائر اندمان میں عمر قید کی سزا دیتے ہیں۔ اب ان لوگوں کی داڑھی اور سر کے بال تراش دیے گئے۔ مولانا کی صاحب ”اکثر اپنی تراشی ہوئی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہتے

ع وفی سبیل اللہ مالقیہ

انگریزی جج کے سامنے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کر دیا:-

خالق دنیا ہال کراچی میں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی ”ایک خواہ مخواہ انگریز جج کے سامنے کھڑے ہوئے تھے جس کے قلم کی نوک سے سزاؤں حریت پسندوں کا خون بہایا گیا تھا۔ مولانا مدنی ”جج کے سامنے طویل بیان دے رہے تھے۔ انہوں نے دوران بیان فرمایا: گورنمنٹ کا منشاء مذہبی آزادی سلب کرنے کا ہے، تو صاف اعلان کیا جائے تاکہ سات کروڑ مسلمان اس بات پر غور کر لیں کہ ان کو مسلمان رہنا منظور ہے یا گورنمنٹ کی رعایا۔ اسی طرح ۲۲ کروڑ ہندو کہ ان کو کیا کرنا

ہے، کیونکہ جب مذہبی آزادی چھینی گئی تو سب کی چھینی جائیگی۔ اگر لارڈزینگ اس لئے پیچھے گئے ہیں کہ قرآن پاک کو جلا دیں، حدیث کو مٹا دیں اور کتب فقہ کو برباد کریں، تو سب سے پہلے اسلام پر اپنی جان قربان کرنے والا میں ہوں۔ آخری جملہ ختم ہی ہوا تھا کہ مولانا محمد علی جوہرؒ نے جزاک اللہ کہہ کر مولانا مدنیؒ کے قدم چوم لئے۔ جب جج نے پوچھا کہ کراچی کانفرنس میں آپ نے کوئی اس قسم کی تجویز پیش کی تھی جس کا تعلق فوج سے ہو۔ مولانا مدنیؒ کے دل میں آزادی اور حدیث کی جو چٹکاری سلگ رہی تھی انجام سے بے پروا ہو کر بھڑک اٹھی۔ حق گوئی وبے باکی کی شمع جو دوران جگر فروزان رکھتے تھے ایسا معلوم ہوا جیسا کہ کسی نے دیا سلائی دکھادیا ہو۔ حضرت نے جواب دیا کہ کانفرنس میں تو وہ ایک تجویز تھی، آج عدالت میں اعلان کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ انگریز فوج میں پھرنا، بھرتی کرانا، مشورہ دینا، انگریزی فوج کی مدد (یعنی جنگی قرضے وغیرہ دینا) سب حرام ہیں۔ اس فرعون کے فرمان نے کچھ اس طرح جنم لیا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ اس جرم کی سزا موت ہے۔ مولانا مدنیؒ نے فرط جذبات سے اپنی بغل سے ایک چادر نکالی اور کہاں مجھے پتہ ہے۔ دیوبند سے جب چلا تھا تو کفن ساتھ لے کر چلا تھا۔

یہ اولو العزم علماء کرام تھے تحریک آزادی کے مایہ ناز اور ملت اسلامیہ کے غیور فرزندان توحید جنہوں نے اپنے آپ کو موت کیلئے پیش کیا مگر انگریزی نظام ماننے کیلئے تیار نہیں تھے۔ سر باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا (اقبال) گردن نہ بھگی جس کی کسی شاہ کے آگے جس کے نفس گرم سے مردوں میں جان نپڑی توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے تحریک آزادی میں علماء دیوبند کا کردار:

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے مجاز مقدس تشریف لے گئے اور وہیں سلطنت ترکی کے اکابر خاص طور سے انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات ہوئی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ان دونوں سے تحریری دستاویزیں لیں اور انہیں یاغستان پہنچانے کی کوشش کی، تاکہ ترکی حکومت کے نام سے افغان قبائل کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر ابھارا جائے اس کے علاوہ حضرت شیخ الہندؒ خود بھی ایران کے راستے یاغستان پہنچنا چاہتے تھے۔ لیکن اس ایشیا میں حالات نے عجیب پلٹا رکھا۔ شریف حسین عرف شریف مکہ والی مجاز نے ترکوں کے خلاف بغاوت کردی اور ساتھ ہی حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا، جو آپ کو جزیرہ ملائیشیا لے گئے۔ ایک دفعہ حضرت شیخ الہندؒ نے بیرونی حکومتوں سے امداد حاصل کرنے کی غرض سے

اپنے سرگرم شاگرد رشید حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو کابل بھیجنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ حکومت افغانستان کو انگریز کے خلاف نبرد آزما ہونے پر آمادہ کریں اور خود حجاز مقدس میں جانے کا ارادہ کیا تاکہ دولت عثمانیہ سے تحریک کے سلسلہ میں مدد لی جاسکے۔ آپؒ نے مولانا عبید اللہ سندھیؒ کو دہلی سے طلب فرمایا اور بنا کوئی مفصل پروگرام بتاتے ہوئے کابل جانے کا حکم دیا۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کابل جانے کا واقعہ اپنی ذاتی ڈائری میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

۱۹۱۵ء میں شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل گیا، مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا تھا اس لئے میری طبیعت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی، لیکن تعمیل حکم کیلئے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے نکلنے کا راستہ صاف کر دیا اور میں افغانستان پہنچ گیا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ کابل جا کر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہندؒ جس جماعت کے نمائندہ تھے اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں موجود ہے۔ ان کو میرے جیسے ایک خادم شیخ الہندؒ کی اشد ضرورت تھی۔ اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہندؒ کے انتخاب پر فخر ہونے لگا۔ الغرض حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے کئی مہینے مختصر مقامات پر قیام کرتے ہوئے خفیہ طریقے سے ۱۰ اگست ۱۹۱۵ء یعنی آزادی ہند سے ٹھیک ۳۲ سال پہلے افغانستان کی سرحد میں داخل ہو کر قندھار سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے، جہاں تحریک کے خفیہ ممبران آپ کی آمد کے شدت سے منتظر تھے اور وہاں پہنچ کر آپ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہو گئے۔ ادھر شیخ الہندؒ کی سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر حکومت ہند آپ کو گرفتار کرانے کا مکمل ارادہ کر چکی تھی، جس کی اطلاع ڈاکٹر انصاریؒ نے حضرت شیخ الہندؒ کو دے دی تھی۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ پہلی فرصت میں برطانوی حکمرانوں سے نکل جانا چاہتے تھے۔ اتفاق سے حج کا زمانہ قریب تھا موقع کو مناسب سمجھ کر حضرت شیخ الہندؒ نے حج کے بہانے سے سفر حجاز کا قصد فرمایا۔ ڈاکٹر انصاریؒ نے خود ہی مصارف ادا کر دیے اور حضرت شیخ الہندؒ اپنے جانثار خادموں مولانا عزیز گلؒ، مولانا محمد میاںؒ، منصور انصاریؒ وغیرہ کے ساتھ حجاز مقدس کیلئے روانہ ہو گئے اور ۹ اکتوبر ۱۹۱۰ء میں آپ بخیر وعافیت مکہ پہنچ گئے۔ دوران سفر حکومت نے آپ کو گرفتار کرنے کی پوری کوشش کی لیکن آپ آگے آگے رہے اور گرفتاری کا وارنٹ پیچھے پیچھے۔ انگریزی سامراج سے بغاوت کرنے والے کون تھے؟۔

(ہرنی ہیرنگٹن طامس) نے اپنے رسالہ (ہندوستان میں گذشتہ بغاوت اور ہماری آئندہ پالیسی) میں صاف لکھا ہے۔ میں نے پہلی ہی بیان کیا ہے کہ غدر ۱۹۵۷ء کے بانی اور اصل محرک ہندو نہ تھے اور اب میں دیکھانے کی کوشش کرونگا کہ یہ غدر مسلمانوں کی سازش کا نتیجہ تھا۔ ہندو۔

اگر اپنی مرضی اور ذرائع تک محدود ہوں تو وہ کسی ایسی سازش میں شرکت نہ کر سکتے تھے اور نہ کرنا چاہتے تھے۔ وہ مسلمان خلیفہ اول کے وقت سے موجودہ زمانہ تک یکسانیت کے ساتھ مغرور ظالم رہے ہیں۔ ہمیشہ ان کا مقصد یہ رہا ہے کہ جس ذریعہ سے بھی ہوا اسلامی حکومت قائم ہو، اور عیسائیوں کیساتھ نفرت کے خیالاتی نشوونما ہو۔ مسلمان ایسی گورنمنٹ کے جس کا مذہب دوسرا ہو اچھی رعایا نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ احکام قرآن کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں۔ آخر میں لکھتا ہے کہ اس قسم کے بہت سے شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں جن کا فیصلہ ہی ہوگا کہ اب انگریزی تعلیم کا مقصد قرار دیا گیا کہ (الف) برطانوی شہنشاہیت کیلئے وفادار کا سہ لیس پیدا کئے جائیں۔ (ب) چونکہ احکام قرآن کی موجودگی میں برطانوی شہنشاہیت سے وفاداری ممکن نہیں۔ لہذا مسلمانوں کو مذہب سے نا آشنا بنایا جائے۔ (ج) انصاف تعلیم ایسا ہو کہ پڑھنے والے برطانوی شہنشاہیت کیلئے ایماندار غلام بن جائیں۔ یعنی احترام مذہب، احساس وطن، احترام علماء اور باہمی رواداری سے محروم کر دیئے جائیں۔ آپس میں تفرقہ بڑھیں، ہندو مسلم منازعت پیدا ہو اور تفرقہ ڈالو حکومت کرو کی پالیسی کامیاب ہو۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلباء نے یونیورسٹی کا بائیکاٹ کیا اور دوسری یونیورسٹی مسلم نیشنل یونیورسٹی قائم کرنا چاہی۔ حضرت شیخ الہندؒ کو صدارت کیلئے منتخب کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کی بیماری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ کروٹ بدلنے میں بھی دشواری ہوتی تھی۔ لیکن حضرت شیخ الہندؒ باوجود سخت بیماری کے دعوت قبول کر لی اور فرمایا اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں اس جلسہ میں ضرور شریک ہوں گا۔ چنانچہ پانکی میں لاکر حضرت شیخ الہندؒ کو دیوبند کے اسٹیشن پر لے گئے۔ دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے پانکی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ حضرت شیخ الہندؒ کا خطبہ مولانا شیر احمد عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا۔

(۱) میں اس پرانہ سالی اور علالت و نقابت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ اپنی ایک گم شدہ متاع کو یہاں پائے گا۔ امیدوار ہوں بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی جھلک رہی ہے۔ لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا را جلد اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے زنج سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے۔ خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب و ضرب کا۔ پھر یونیورسٹی کے طالب علموں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے نوناہلان وطن جب میں نے دیکھا کہ میرے پاس اس دور کے غمخوار جس میں میری ہڈیاں پھیل رہی ہیں۔ مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالوں

میں زیادہ ہیں تو میں اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا۔ چند سطور کے بعد فرماتے ہیں۔ آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہوں گے کہ میرے بزرگوں نے کسی وقت بھی کسی انجمنی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم و فنون حاصل کرنے پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ ہاں یہ بے شک کہا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگ جائیں، یا محمدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور اپنے مذہب و دلوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی عظیم تعلیم پانے سے ایک مسلمان کیلئے جاہل رہنا اچھا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں۔

ہماری قوم کے سربر آوردہ لیڈروں نے سچ تو یہ ہے کہ امت اسلامیہ کی ایک بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا بلاشبہ مسلمانوں کی درس گاہوں میں جہاں علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اگر طلباء اپنے مذہب کے اصول و فروع سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی محسوسات اور اسلامی فرائض فراموش کر دیں اور ان میں اپنی ملت اور اپنی قوموں کی حمیت نہایت ادنیٰ درجہ رہ جائے تو یوں سمجھو کہ وہ درس گاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے۔ اس لئے اعلان کیا گیا ہے کہ ایسی آزاد یونیورسٹی کا افتتاح کیا جائے جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کی اثر سے بالکل علیحدہ ہو اور جس کا تمام تر نظام عمل اسلامی خصائل اور قومی محسوسات پر مبنی ہو۔

ایسے درویش صفت رہنماؤں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرنگی سامراج سے ہندوستانی قوم کو نجات بخشی۔ اگر ان جیسے مدبر سیاستدان، مجاہدین اور اولوالعزم ہستیاں نہ ہوتیں تو شاید ہندوستان آزاد نہ ہوتا۔ ہندوؤں اور سکھوں سے اتحاد کرنا پڑا، انگریزوں اور ان کے حواریوں نے ان پر کفر کے فتوے لگائے۔ ان کے خلاف سازشیں کی گئیں، مگر اس کے باوجود ان کے حوصلے بلند رہے۔ مجاہد جلیل، مجدد ملت، شیخ الہند ثانی مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا سب سے پہلا فرض انگریزوں کو ہندوستان سے نکلانا ہے اور فرمایا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکلانے کیلئے اگر ہمیں کتوں سے بھی صلح کرنی پڑے تو ہم اس سے بھی دریغ نہ کریں گے۔

(مراجع)

- (۱) علماء ہند کا شاندار ماضی (۲) نقش حیات (۳) روداد بر صغیر (۴) آزادی کی ایک تاریخ ساز دستاویز
- (۵) ایشیا کے عظیم انقلابی لیڈر (۶) جب ایمان کی بہار آئی (۷) ترجمان اسلام (۸) کابل میں سات سال
- (۹) عزم نو (۱۰) حدیث پاکستان۔

جناب ڈاکٹر نوشاد خان صاحب

چیرمین شعبہ پاکستان سٹڈیز اسلامیہ کالج پشاور

مولانا سیف الرحمنؒ — جنگ آزادی کا ایک گمنام سپاہی

ہماری آزادی کی تاریخ اس بحیرہ بیکراں کی مانند ہے جس کی تہ گہرے نایاب سے بھری پڑی ہے۔ زیر نظر مقالہ جنگ آزادی کے ایک ایسے ہی گمنام مگر ناقابل فراموش سپاہی کی زندگی اور کارناموں سے متعلق ہے جنہوں نے اپنی پوری زندگی مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے حصول کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ مولانا سیف الرحمنؒ ۱۳۳۱ھ میں حاجی غلام جان ولد حاجی موہن خان کے گھر بمقام مٹھرا نو دو آب پشاور میں پیدا ہوئے۔ (۱) آپ کے آبجداد کا تعلق درانی پشتونوں کے مشہور قبیلے الکوزئی سے تھا۔ جو ارغنداب (افغانستان میں قندھار کا ایک ضلع) سے ترک وطن کر کے پشاور منتقل ہو گئے تھے۔ عبدالغنی خان جو اس قبیلے کے بڑے سردار تھے کہ بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بانی افغانستان احمد شاہ ابدالی کے دور میں بہت ہی نمایاں اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ (۲) مولانا سیف الرحمنؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم علاقہ پشاور میں مختلف علمائے کرام سے حاصل کی۔ ان میں ملا صاحب صریح اور مولانا صاحب زروبی کے نام قابل ذکر ہیں۔ (۳) ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا صاحب تفسیر قرآن اور دورہ احادیث کی تعلیم کرنے کیلئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ چند سال کے محنت شاقہ کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے آپ کو سند خلافت سے سرفراز کیا۔ (۴) تمام علوم درسی کی تکمیل کے بعد مولانا سیف الرحمن صاحب نے اپنی تمام تر توجہ درس و تدریس کی طرف مبذول کی۔ ہند کے بعض مشہور مقامات مثلاً ریاست ٹونک، شاہجہان پور اور پانی پت میں آپ نے مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ آخر میں فتحپوری دہلی میں آپ کو صدر مدرس کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے کا موقع ملا۔ (۵) یہاں دہلی میں قیام کے دوران جمعیت العلماء اور دارالعلوم کابل کے مشہور افغانی علمائے کرام نے مولانا صاحب سے استفادہ کیا، ان میں مولانا صاحب یار محمد وردگی، مولوی عبدالملک صاحب سکوزری، مولوی حفیظ اللہ صاحب لوگری، مولوی پاستہ صاحب پنجشیری اور مولانا زاہد صاحب لغمانی کے نام قابل ذکر ہیں۔ (۶)

پہلی جنگ عظیم کے دوسرے سال حکومت انگلیس نے مختلف حربوں سے کام لیتے ہوئے

ہند کے بعض علماء نے ایسے فتوے حاصل کئے جن میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ انگریزوں اور ترکوں کے درمیان جاری جنگ ایک علاقائی جنگ ہے اور یہ ہندی مسلمانوں کے لئے کسی بھی لحاظ سے جہاد یا مذہبی جنگ نہیں ہے۔ یہ علماء کرام کا وہ گروہ تھا جو برطانوی ہند کو دارالاسلام سمجھتے تھے۔ (۷) مولانا سیف الرحمن صاحب کا شمار ان علماء کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے اس اہم اور نازک موقع پر انگریزوں کا آلہ کار بننے سے صاف انکار کر دیا۔ مزید برآں مولانا صاحب ببانگ دہل حق کا اعلان کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کہ مذکورہ جنگ ایک علاقائی جنگ نہیں ہے بلکہ یہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے ایک مذہبی جنگ اور جہاد ہے۔ (۸) اس اعلان حق کے بعد دہلی میں مقیم مسلم زعماء حکیم اجل خان، ڈاکٹر انصاری اور چند دیگر احباب سے صلاح لینے کے بعد مولانا صاحب شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے ساتھ مشاورت کے لئے عازم دیوبند ہوئے۔ دیوبند میں شیخ الہند کے ساتھ مشورے کے بعد مولانا صاحب پشاور کیلئے روانہ ہوئے۔ سرحد پہنچنے کے بعد مولانا سیف الرحمن یہاں کے عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگزئی نے ساتھ جاتے۔ دونوں مجاہدین کے باہمی مشورے اور گفت و شنید کے بعد یہ طے پایا کہ آزاد قبائل کی طرف ہجرت کی جائے (۹)۔ تاکہ برطانوی استعمار کے خلاف باقاعدہ اور عملی جہاد کا آغاز کیا جائے۔ نیچے کے طور پر ایک شب ایک بہت بڑا قافلہ جس میں تقریباً ہر شعبہ زندگی سے لوگ شامل تھے حاجی ترنگزئی کی قیادت میں علاقہ غیر کوچ کر گیا۔ اور پہلے پڑاؤ کے طور پر یونیر میں مجاہدین نے قیام کیا۔ آزاد علاقے کے لوگوں نے حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا والہانہ استقبال کیا۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور مولانا سیف الرحمن صاحب کی کوششوں سے علاقہ گدون کے جملہ لوگ انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور تقریباً عین مہینے تک انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ (۱۰) اس کاروائی کے نتیجے میں انگریزوں کو نہ صرف اندرونی ملک بلکہ بیرونی محاذ پر بھی سخت نقصانات اٹھانا پڑے۔ بقول مولانا سعید الرحمن صاحب قذافی (جنوبی عراق میں ترکی کی سنجاق کا صدر مقام تھا) (۱۱) یونیر کے جہاد کی وجہ سے انگریزوں کے ہاتھوں سے نکل گیا اور ایک اندازے کے مطابق تقریباً ایک ہزار انگریزی فوج کے سپاہ نے ترکوں کے سامنے ہتھیار ڈالا ہے۔ (۱۲) اس وقت کے انگریزی آئی ڈی کی ایک رپورٹ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ:

”مولانا سیف الرحمن حاجی ترنگزئی کے سیکرٹری ہیں۔ اور یہ شخص (مولانا صاحب) ہمیشہ حاجی کو اس پر آمادہ کرنے میں کامیاب رہا ہے کہ وہ آزاد قبائل کو انگریزوں کے خلاف اکٹھے کرے۔“

میں آزاد سرحد پر ہمارے (انگریزوں) کے خلاف جتنی بھی کاروائیاں کی گئی ہیں ان کی ذمہ داری بنیادی طور پر مولانا سیف الرحمن پر عائد ہوتی ہے۔ (۱۳) یونیر کے جہاد میں نمایاں کردار ادا کرنے کی پاداش میں انگریز سرکار نے متھرا نو دوآبہ پشاور میں مولانا سیف الرحمن کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کر کے نیلام کرا دی۔ (۱۴) اور ان کے اہل خانہ کے تمام افراد اور قریبی رشتہ دار جن کی تعداد ۲۹ تھی کو گرفتار کر کے پشاور اور ڈیرہ جات کے جیلوں میں بغرض تشدد اور بربریت کے ڈال دیے۔ (۱۵) یہ لوگ پہلی جنگ عظیم کے اختتام تک انہی جیلوں میں محبوس رہے۔ ادھر یونیر میں عین مہینے قیام کے بعد فدا یان اسلام کا یہ قافلہ ابتدائی کامیابیوں کے بعد سوات کے راستے مسندوں کے آزاد علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور ان کے چند ساتھیوں نے آزاد قبائل مسندوں ہی کے علاقے میں ٹھہرنے اور رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا، جبکہ مولانا سیف الرحمن نے اپنے آبائی وطن افغانستان کو ہجرت کر دی۔ ان دنوں افغانستان کے امیر حبیب اللہ خان تھے۔ امیر حبیب اللہ خان کے دور میں مولانا سیف الرحمن مختلف مقامات جلال آباد، کجہ اور کابل میں دو سال تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔

مولانا عبداللہ سندھی اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں کہ جب مولانا اور انکے ہم خیال دیگر حریت پسند افغانستان چلے آئے تو ان کی موجودگی ان کو اس قابل بنایا کہ افغانستان میں ہندوستانی مسلمانوں کے بے ایک نجات و مندہ فوج الجند باللہ کے نام سے تشکیل دی گئی (۱۶)۔ مولانا سیف الرحمن کو اس فوج میں میجر جنرل کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ (۱۷) یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ افغانستان کی حکومت نے بعض ہندوستانی حریت پسندوں کے لیے الاؤنس وغیرہ مقرر کئے تھے۔ مولانا سیف الرحمن کے لیے مبلغ دو ہزار روپیہ بطور الاؤنس سالانہ مقرر تھے۔ (۱۸) فوری ۱۹۱۹ء میں امیر حبیب اللہ خان نے قتل کے بعد جب امین اللہ خان افغانستان کا امیر بنا تو امین اللہ خان نے مولانا سیف الرحمن کو کابل بلوایا اور اسے قاضی عسکر افغانستان کے عہدے پر فائز کیا۔ (۱۹) علاوہ انہیں آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کے شایان شان ایک قطعہ اراضی جی آپلے نام الاٹ کروایا۔ افغانستان کی مکمل آزادی کے بعد جب افغانیوں کو اپنی خارجہ پالیسی خود چلانے کا حق مل گیا اور افغانستان کی طرف سے بخارا، روس اور یورپ کو جو سفارتی وفود بھیجے گئے ان میں مولانا سیف الرحمن صاحب نے غیر معمولی نوعیت کے حامل ذمہ داریوں کو قبول کیا۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا صاحب کو وزارت مختاری کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ چھ سال تک مولانا موصوف آزاد افغانستان کے نہایت ہی اہم اور حساس عہدوں پر فائز رہے۔ افغانستان اور افغانیوں کی طویل خدمت کے

بعد بالآخر مولانا صاحب کی صحت کمزور ہو گئی اور بوجہ بیماری وہ اپنے فرائض منصبی سے مستعفی ہوئے۔ امیر حبیب اللہ اور امیر امان اللہ نے مولانا صاحب کی شاندار خدمات کے عوض ان کو کئی توصیفی اسناد اور انعامات سے نوازا۔ امان اللہ کے بعد اعلیٰ حضرت حضرت محمد نادر شاہ افغانستان کے تحت پر جلوہ افروز ہوئے۔ وہ مولانا سیف الرحمن کے بڑے قدر دان تھے۔ انہوں نے مولانا موصوف کو ایک مرتبہ پھر افغانستان کی خدمت اور ملازمت کی دعوت دی، لیکن مولانا صاحب نے بوجہ کمزوری اور بیماری کے کسی منصب کو قبل کرنے سے معذرت ظاہر کر دی۔ اس کے باوجود اعلیٰ حضرت نے مولانا صاحب کے لئے معقول تنخواہ مقرر کر دی۔ مولانا صاحب اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے دور میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت اور روضہ مطہرہ کی دیدار کے لئے ارض مقدس تشریف لے گئے۔ بیت اللہ شریف میں قیام کے دوران مولانا صاحب نے حضرت شیخ احمد سنوسی سے طریقہ سنوسیہ حضریہ (تصوف کا ایک سلسلہ) میں بیعت کی۔ (۲۱) اعلیٰ حضرت محمد نادر شاہ کے بعد اعلیٰ حضرت المتوکل علی اللہ کے دور میں مولانا صاحب کو دو مرتبہ حج بیت اللہ اور روضہ رسولؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا سیف الرحمن ارض پاک کو اپنا ابدی قرار گاہ بنانے کی نیت سے چوتھی مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مگر اس مرتبہ قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ پشاور پہنچ کر مولانا قلب کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور ایک مدت کے بعد بالآخر سات جمادی الاول ۱۳۶۹ھ قمری مطابق ۲۵ فروری ۱۹۵۰ء بروز شنبہ بوقت نوبہ صبح ایک سو دس سال کی عمر میں مولانا سیف الرحمن نے داعی اجل کو لبیک کہا (۲۲)۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) اور یوں اسلام کا یہ تابندہ ستارہ ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا۔ لیکن اسکی روشنی ابھی تک باقی ہے جو ہماری موجودہ اور آئندہ نسلوں کی راہنمائی کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی ہے۔ بھول شاعر ۷ ہزاروں سال نرگس اپنی سانوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتی ہے چمن میں یدہ ور پیدا

حوالہ جات

- (۱) مولانا سعید الرحمن، سوانح مختصر از جناب مولانا سیف الرحمن صاحب مرحوم (غیر مطبوعہ) ص نمبر ۱
- (۲) عبدالحی ارغنداوی، برطانوی سامراجیت اور افغانستان کی تحریک آزادی ۲۱-۱۹۳۳ فشی رام منوہر لعل لیشرز پرائیوٹ لمیٹڈ نیو دہلی ۱۹۸۹ء ص نمبر ۴۴ (۳) مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق (Ofcit)
- (۴) مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق (Ofcit) (۵) مولانا عبدالحی ارغنداوی، المرجع سابق۔ (Ofcit)
- (۶) مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق (۷) خلافتیوں کا ہجرت افغانستان، نوشاد خان (غیر مطبوعہ مقالہ برائے

- (پی ایچ ڈی) ایریا سٹڈی سٹر (سٹرل ایڈیا) ۱۹۹۵ء صفحات ۱۱۳-۱۳۲ (۸). مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق - وحافظ بابر خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ و ثقافت ۱۹۸۵ء ص ۲۶۔ (۹) مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق - وحافظ بابر خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ و ثقافت ۱۹۸۵ء ص ۲۶۔ (۱۰) مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق - وحافظ بابر خان، برصغیر پاک و ہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ و ثقافت ۱۹۸۵ء ص ۲۶۔ (۱۱) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، وائش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۸۲ء جلد ۱۳/۲ ص ۱۷۲۔ (۱۲) مولانا سعید الرحمن المرجع سابق - (۱۳) حضرت سید محمد صاحب (مؤلف) تحریک شیخ الہند - مکتبہ محمودیہ لاہور ۱۹۷۸ء ایڈیشن دوم ص ۴۴۳ (۱۴) مولانا سعید الرحمن المرجع سابق ص ۲ (۱۵) مولانا سعید الرحمن المرجع سابق ص ۲ (۱۶) مولانا عبید اللہ سندھی کی ذاتی ڈائری، بحوالہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، نقش حیات، دارالاشاعت کراچی ۱۹۵۳ء ص ۵۷۸ (۱۷) عبدالعلی ارغنداوی، المرجع سابق ضمیمہ خبرسات، ص ۳۳۵۔ (۱۸) عبدالعلی ارغنداوی، المرجع سابق ضمیمہ خبرسات، ص ۱۳۲۔ (۱۹) مولانا سعید الرحمن سابق، ص ۲ (۲۰) مولانا سعید الرحمن سابق، ص ۲۔ (۲۱) مولانا سعید الرحمن المرجع سابق ص ۲۔ (۲۲) مولانا سعید الرحمن المرجع سابق - ص ۲۔



قومی خدمت ایک عبادت ہے اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے



Servis

قدتہ حسین قدتہ